راجہ غضنفر علی خان کی سیاسی خدمات

ایک جائزہ

جاوید حیدر سید

ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت، اسلام آباد

راجہ غضنفر علی خان نے ہماری قومی جدوجہد آزادی میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ تحریک آزادی میں آپ قائد اعظم کے سب سے پرانے رفقاء میں سے ایک تھے۔ قائد اعظم کے ساتھ ان کی وابستگی کا آغاز ۱۹۲۴ء میں ہوا اور قائد کی رحلت تک آپ ان کے معتمد ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ اس طرح قائد نے، خاص طور پر پنجاب کی سیاست میں آپ کو اہم ذمہ داریاں تفویض کیں، جن سے آپ کما حقہ، عہدہ برآ ہوئے۔ گو کہ آپ کی ہمہ جہت زندگی کا مکمل احاطہ کرنا مشکل ہے تاہم اس مقالے میں ان کی پارلیمانی خدمات (۱۹۲۴ء۔۱۹۴۷ء) وزارتی خدمات (۱۹۲۸ء۔۱۹۳۲ء)، (۱۹۴۶ء۔۱۹۴۸ء) سفارتی خدمات (۱۹۴۸ء۔۱۹۵۷ء) کا تذکرہ ہے اور اسی طرح زندگی کے دیگر شعبوں میں آپ کے کارہائے نمایاں کا ایک مختصر سا جائزہ بھی نذر قارئین ہے۔

ابتدائی حالات زندگی

غضنفر علی، ضلع جہلم کی تحصیل پنڈ دادنخان کے رئیس راجہ سیف علی خان کے گھر ۱۵ جولائی ۱۸۹۵ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد تحصیل کے سب رجسٹرار اور صوبائی درباری بھی تھے (۱)۔ اسی لئے راجہ غضنفر علی کی تعلیم و تربیت بھی اسی انداز سے ہوئی تاکہ آپ بڑے ہو کر اپنے والد کی جگہ لے سکیں۔ آپ کے والد نے اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر غضنفر علی کی بطور اے ای سی نامزدگی کا بندوبست کر رکھا تھا لیکن تقدیر نے آپ کی قسمت میں انگریزوں کی کاسہ لیسی کے بجائے کچھ اور لکھ دیا تھا۔

چونکہ آپ اپنے والد کی اکلوتی اولاد نرینہ تھے لہٰذا پرورش بڑے نازونعم سے ہوئی۔ میٹرک تک تعلیم اپنے آبائی قصبہ ہی میں حاصل کی۔ پھر آپ لاہور تشریف لے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ کالج میں آپ نے تعلیم کے علاوہ دیگر سوشل سرگرمیوں میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ آپ کالج ہاکی ٹیم کے کپتان، ڈرامہ کلب کے ممبر اور بزم سخن کے سکریٹری بھی رہے۔

ابتدائی سیاسی دور

زمانہ طالب علمی میں ہی آپ نے سیاست کے میدان خارزار میں قدم رکھا۔ ۱۹۱۹ء کے پر آشوب واقعات نے برصغیر کے ہر ذی شعور پر اثر کیا۔ آپ بھی اس قومی جدوجہد میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ ان دنوں آپ بی اے فائنل کے طالب علم تھے۔ ۱۰ اپریل ۱۹۱۹ء کو مال روڈ پر لاہور کے جلوس میں آپ نے شرکت کی تھی اور لاٹھی چارج کے دوران آپ کے دائیں ہاتھ کی ایک انگلی ٹوٹ گئی تھی (۲)۔ اس کی پاداش میں یونیورسٹی سے آپ کا نام خارج کردیا گیا۔ بعد ازاں عام معافی میں آپ کی ڈگری بھی بحال ہوگئی۔

اسی دوران ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔ راجہ غضنفر علی کی ملاقات گاندھی سے ہوئی جو ان دنوں مارشل لاء کے سزا یافتگان کے سلسلے میں لاہور آئے ہوئے تھے۔ گاندھی نے اپنی مسلم کش ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ ڈگریوں کی کوئی اہمیت نہیں۔ ایک بڑھئی، گریجویٹ سے زیادہ کما لیتا ہے۔ اصل جوہر انسان کی اپنی قابلیت اور لیاقت ہے (۳)۔ آپ نے ۱۹۲۰ء کا سال اپنے آبائی قصبہ میں ہی گزارا لیکن یہاں بھی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ آپ پنڈ دادن خان کی خلافت کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے۔ یہاں خلافت کمیٹی کے جلسوں کا اہتمام کیا۔ ان جلسوں میں مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر محمد عالم، سید عطاءاللہ شاہ بخاری جیسے قومی لیڈروں کو تقاریر کے لئے بلایا (۴)۔ آپ خلافت کمیٹی کے ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں منعقدہ اجلاس میں بھی شامل ہوئے۔ دوران سفر مولانا حسرت موہانی کی صحبت حاصل رہی۔ اس کا ذکر آپ نے دلچسپ انداز میں کیا

(۵)۔

مسلم لیگ کے کلکتہ کے اجلاس میں قائد اعظم اپنی اہلیہ رتن بائی کے ہمراہ تشریف لائے تھے ۔ اس پر خلافت کمیٹی کے کچھ علماء نے اعتراض کیا ۔ لیکن قائد نے پرواہ نہ کی اور خواتین کی سیاست میں عملی طور پر حصہ لینے کی راہ ہموار کی ۔ راجہ غضنفر علی بھی قائد کی اس روشن خیالی سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے ۔

بھرپور سیاسی عمل

۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۳ء تک اندرون ملک آپ مقامی سطح پر سیاسی ' سماجی اور تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف رہے ۔ تقریباً ڈیڑھ سال تک ڈسٹرکٹ بورڈ جہلم کے سکریٹری رہے ۔ اس طرح آپ کے تعلقات ضلع کی سطح پر وسیع ہوئے ۔ جس کی بنا پر آپ نے ۱۹۲۳ء کے مرکزی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا ۔ آپ کا حلقہ انتخاب گجرات ' جہلم اور راولپنڈی کے اضلاع پر مشتمل تھا ۔ آپ کے مد مقابل ' بیرسٹر پیر تاج الدین اور چوہدری بہاول بخش جیسے آزمودہ کار سیاست دان تھے لیکن آپ انتخابی عذر داری کے ذریعہ ۲۴ مئی ۱۹۲۴ء کو اسمبلی کے ممبر منتخب قرار پائے (۶)۔

قائد اعظم نے قانون ساز اسمبلی میں انڈی پنڈنٹ پارٹی بنا رکھی تھی اور آپ کو اس میں شمولیت پر غور کرنے کے لئے کہا تو آپ نے جواب دیا ۔ " آپ ابھی سے مجھے اپنی پارٹی کا ممبر سمجھ لیں ۔ غور میں بعد میں کروں گا" (۷)۔ آپ کی یہ ادا شاید قائد کو بھا گئی لہٰذا قائد نے انہیں پارٹی کا سکریٹری مقرر کر دیا اور یہاں سے قائد اعظم سے راجہ غضنفر علی کی رفاقت کا سلسلہ شروع ہوا ۔ اس دوران راجہ غضنفر علی ' قائد اور ان کی اہلیہ کے بہت قریب آ گئے ۔ قائد نے ان کے مخلصانہ جذبات کی قدر کی اور ہمیشہ ان پر اعتماد کیا ۔ آپ کی سیاسی زندگی کی ابتدا ہندوستان کے بلند پایہ سیاستدانوں کے ساتھ ملاقاتوں کے بعد ہوئی جن سے آپ نے سیاست کے اسرار و رموز سیکھے ۔ آپ نے اتحاد کانفرنس منعقدہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۴ء میں پنجاب کے نمائندہ کی حیثیت سے شمولیت کی اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ۔ کسی بڑے سیاسی اجلاس میں یہ آپ کی پہلی تقریر تھی (۸)۔ شدھی اور تبلیغ کی سیاست کے سلسلے میں ۱۹۲۴ء میں آپ نے یو پی کے بعض دیہاتوں کا دورہ کیا (۹)۔ آئندہ سال کے شروع میں کل جماعتی سیاسی کانفرنس منعقدہ دہلی بتاریخ ۲۳ جنوری ۱۹۲۵ء میں بھی آپ شریک ہوئے اور ہندو مسلم مسائل کے حل کے لئے اپنی پانچ نکاتی تجاویز پیش کیں (۱۰)۔ وسط مارچ ۱۹۲۷ء میں قائد اعظم نے اپنی قیام گاہ دہلی میں برصغیر کی مختلف سیاسی جماعتوں کے ۳۰ مسلمان راہنماؤں کا اجلاس طلب کیا ۔ راجہ غضنفر علی اس اجلاس کی استقبالیہ کمیٹی کے واحد رکن تھے ۔ مسلمانوں کے بحالی حقوق کے لئے متفقہ طور پر ایک پانچ نکاتی فارمولا وضع کیا گیا (۱۱)۔ ازاں بعد جب سائمن کمیشن اور دوسرے مسائل پر مسلم لیگ میں اختلاف پیدا ہوا تو آپ نے قائد اعظم کے نقطہ نظر کی بھرپور حمایت کی ۔ کل ہند سیاست کے ساتھ ساتھ آپ صوبہ پنجاب مسلم لیگ کے نائب صدر منتخب ہوئے (۱۲)۔ فروری ۱۹۲۸ء میں کل جماعتی سیاسی کانفرنس میں آپ نے قائد اعظم کے ساتھ شمولیت کی (۱۳)۔ بعد ازاں کل ہند مسلم کانفرنس منعقدہ دہلی بتاریخ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۸ء میں بھی آپ شریک تھے (۱۴)۔ ۱۰ اپریل ۱۹۲۹ء کو آپ نے دیگر مسلم رہنماؤں کے ساتھ غازی علم الدین شہید کے جنازہ میں شرکت کی اور اس طرح اس عاشق رسول ؐ کو خراج عقیدت پیش کیا (۱۵)۔ جب ۱۹۲۹ء میں قائد اعظم نے مسلم لیگ کو متحد کرنے کی مہم کا آغاز کیا تو آپ نے ان سے بھرپور تعاون کیا ۔ غرضیکہ راجہ غضنفر علی قدم بہ قدم قائد اعظم کے ساتھ رہے ۔ اس کے علاوہ مرکزی اسمبلی میں آپ کی تقریریں قابل شنید تھیں ۔ آپ ہمیشہ مسلمانوں کے مفاد کے لئے کوشاں رہتے ۔ صوبہ سرحد اور بلوچستان میں اصلاحات کے لئے آپ کی تقاریر بڑی معرکہ آراء تھیں جن میں آپ نے ہندو سیاست دانوں موتی لعل نہرو ' پنڈت مدن موہن مالویہ وغیرہ کو دندان شکن جواب دئے ۔ قائد اعظم بھی اکثر آپ کے بیانات کی تائید کرتے تھے ۔

اسمبلی سے باہر مسلم لیگ کی سیاست میں بھی آپ کی خدمات قابل قدر ہیں ۔ مارچ ۱۹۲۹ء کے اجلاس مسلم لیگ منعقدہ دہلی میں جب کانگریس کے حمائتی مسلمانوں نے ڈاکٹر محمد عالم کی سربراہی میں نہرو رپورٹ کی حمایت حاصل کرنا چاہی تو آپ نے دیگر ساتھیوں کی مدد سے اس کوشش کو نہ صرف ناکام بنایا بلکہ کانگرس کے حامیوں کو ہال سے نکال باہر پھینکا اور قائد اعظم کے لئے اجلاس میں شرکت کی راہ ہموار کی ۔ (۱۶)۔ راجہ غضنفر علی خان نے قائد اعظم کی سربراہی میں مسلم لیگ کو متحد کرنے کے لئے شب و روز کام کیا حتیٰ کہ قائد اعظم کی ملک سے عدم موجودگی میں بھی مسلم لیگ کے لئے آپ کی خدمات قابل ذکر ہیں ۔ آپ نے دسمبر ۱۹۳۰ء کے مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں بھی شرکت کی ۔

اسی دوران ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۲ء تک کے عرصے میں آپ ریاست

الور میں وزیر تعینات رہے ۔ لیکن ریاست کی مسلم کش پالیسیوں کی وجہ سے آپ نے یہ وزارت چھوڑ دی (۱۷) ۔ اور پوری توجہ سے سیاست میں سرگرم ہو گئے ۔ ۱۹۳۳ء میں کونسل آف سٹیٹ کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۷ء تک اس کے ممبر رہے ۔ وہاں آپ نے مسلمانان ہند کے حقوق کے تحفظ کے لئے جو تقاریر کیں وہ برصغیر کی قانون سازی کی تاریخ میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتی ہیں ۔

جب ۱۹۳۴ء میں قائد اعظم نے ہندوستان واپس آکر مسلم لیگ کے تن مردہ میں جان ڈالنے کا بیڑا اٹھایا تو آپ نے قائد کی آواز پر لبیک کہی اور قدم بہ قدم ان کے ساتھ رہے ۔ انہی خدمات کے پیش نظر بیشتر مسلم لیگی قائدین آپکو مسلم لیگ کا جنرل سکریٹری بنانے کے خواہش مند تھے گو بعد ازاں متفقہ طور پر نوابزادہ لیاقت علی خان کو اپریل ۱۹۳۶ء کے اجلاس مسلم لیگ منعقدہ بمبئ میں مسلم لیگ کا جنرل سکریٹری بنا لیا گیا (۱۸) ۔ قائد اعظم اجلاس بمبئ کی صدارت کے لئے سر وزیر حسن کو موزوں خیال کرتے تھے لیکن مولانا شوکت علی اس کے سخت خلاف تھے ۔ آپ نے مولانا شوکت علی کو قائد کے نقطہ نظر سے آگاہ کیا اور انہیں مخالفت ترک کرنے پر آمادہ کر لیا (۱۹) ۔ قائد اعظم نے ۲۱ مئی ۱۹۳۶ء کے آئندہ عام انتخابات کی تیاری کے لئے ایک چھپن رکنی مرکزی پارلیمانی بورڈ مقرر کیا (۲۰) ۔ جس میں آپ بطور پراپیگنڈہ سکریٹری شامل تھے ۔ لیکن صد افسوس کہ اس مشکل وقت میں بہت سے مسلمان زعماء نے جنہیں قائد نے اس پارلیمانی بورڈ میں شامل کیا تھا ' اپنی رکنیت سے استعفی دے دیا اور دوسری پارٹیوں کے ٹکٹ پر الیکشن لڑنے کا فیصلہ کر لیا ۔ ان میں فضل الحق ' سید روف شاہ ' مولانا ظفر علی خان ' نواب چھتاری ' سر محمد یوسف ' سید حسن امام ' سید عبدالعزیز قابل ذکر ہیں (۲۱) ۔ حتی کہ نواب زادہ لیاقت علی خان جنہیں صرف دو ماہ پیشتر مسلم لیگ کا جنرل سکریٹری مقرر کیا گیا تھا ' انہوں نے بھی مسلم لیگ سے مستعفی ہو کر زمینداره پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا ۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ مسلم لیگ اپنے جنرل سکریٹری سے محروم ہو گئی ۔ مجبوراً " قائد کو ساری خط و کتابت خود کرنی پڑتی (۲۲) ۔

ان حالات کے پیش نظر مسلم لیگ پنجاب کے سات میں سے صرف دو امیدوار کامیاب ہوئے راجہ غضنفر علی خان اور ملک برکت علی ۔ ملک برکت علی کے پاس مسلم لیگ کے علاوہ اتحاد ملت پارٹی کا ٹکٹ بھی تھا (۲۳) ۔

اس الیکشن میں مسلم لیگ کی کارکردگی خاص طور پر پنجاب میں بہت ہی کمزور تھی ۔ اس لئے ضرورت اس امر کی تھی کہ مسلمانوں کے اس اکثریتی صوبے میں مسلم لیگ کی حمایت کے لئے راہ ہموار کی جائے راجہ غضنفر علی کے تعلقات پنجاب کے سیاست دانوں سے بہت اچھے تھے ۔ سر فضل حسین انہیں قائد اعظم سے رفاقت کی بنا پر اپنا سیاسی حریف جانتے تھے ۔ راجہ غضنفر علی ' سر فضل حسین کو کونسل آف سٹیٹ میں بھی للکارنے سے باز نہ آتے تھے ۔ اس کا ذکر کونسل کی کاروائیوں میں موجود ہے ۔ لیکن پنجاب کی تاریخ کے اس موڑ سے آگاہی رکھنے والے جانتے ہیں کہ احمد یار خان دولتانہ اور سر سکندر حیات خان ' قائد اعظم سے تعاون کرنا چاہتے تھے لیکن سر فضل حسین کی زندگی میں یہ ممکن نہ ہو سکا ۔ قائد کے ساتھ رابطہ کے لئے آپ سے ان کا درپردہ تعلق اس وقت کے مواد سے ثابت ہوتا ہے ۔ اب اس موقع پر جبکہ الیکشن کے نتائج آ چکے تھے اور مسلم لیگ سے مقابلہ بازی میں یونینسٹ پارٹی کا کوئی مفاد نہ تھا بلکہ کانگرس کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ سے ان صوبائی پارٹیوں کو مرکز میں اپنے ایک مضبوط نمائندہ کی ضرورت تھی ۔ قدرتی طور پر سر سکندر بھی قائد سے تعاون کرنا چاہتے تھے ' اس کا ذکر عائشہ جلال نے اپنی کتاب میں کیا ہے (۲۴) ۔ سر سکندر کے لئے قائد سے رابطہ کے لئے پنجاب میں سوائے راجہ غضنفر علی خان کے کوئی اور ذریعہ نہ تھا ۔ اس لئے انہوں نے آپ کو قائد تک پہنچنے کے لئے منتخب کیا ۔ بقول راجہ غضنفر علی وہ بھی الیکشن کے فوراً بعد قائد اعظم کی منظوری سے یونینسٹ پارٹی میں اس مشن کے تحت شامل ہوئے تھے کہ چھ ماہ میں یونینسٹ پارٹی کے مسلمان ممبروں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے لا کھڑا کریں گے ' بصورت دیگر وہ واپس مسلم لیگ میں آ جائیں گے (۲۵) ۔ اور واقعی اکتوبر ۱۹۳۷ء کے مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لکھنؤ میں جہاں بنگال اور دوسرے مسلم اکثریتی صوبوں نے شرکت کر کے قائد کے ہاتھ مضبوط کئے وہاں پنجاب سے سردار سکندر حیات بھی اپنے مسلمان ممبروں کے ساتھ شریک ہوئے اور قائد اعظم پر اپنے اعتماد کا اظہار سکندر جناح پیکٹ کی صورت میں کیا ۔ راجہ غضنفر علی نے یونینسٹ پارٹی میں شامل ہوتے ہی سر سکندر حیات کو اس بات پر راضی کرنا شروع کر دیا تھا کہ قومی معاملات میں انہیں مسلم لیگ سے تعاون کرنا چاہئے جبکہ مولانا آزاد اور جواہر لال نہرو کے پنجاب کے دورے بھی سر سکندر کے لئے آنے والے خطرہ کا پیش خیمہ تھے ۔ بقول چوہدری خلیق الزمان ' لکھنؤ اجلاس سے پہلے ہی قائد اور سر

سکندر میں تعاون کے لئے مفاہمت موجود تھی (۲۶)۔ اور اس مفاہمت کی راہ ہموار کرنے والے بلاشبہ آپ ہی تھے۔ بقول راجہ غضنفر علی سکندر جناح پیکٹ کروانے میں ان کی ذاتی کوششیں زیادہ تھیں اور ۱۳ اکتوبر ۱۹۳۷ء کی رات وہ خود پیکٹ کا مسودہ قائد اعظم کی خوابگاہ میں لے کر گئے اور اسے منظور کرایا (۲۷)۔ راجہ غضنفر علی کے اس دعویٰ کی تصدیق سردار شوکت حیات نے بھی کی ہے (۲۸)۔

راجہ غضنفر علی کی یونینسٹ پارٹی میں شمولیت کا واقعہ ان کی بے داغ سیاسی زندگی پر بظاہر پہلا اور آخری الزام ہے اور کچھ حلقوں نے اسے بہت اچھالا بھی۔ ملک برکت علی نے خاص طور پر شدید رد عمل کا اظہار کیا اور ان کے اخبار New Times نے فروری ۱۹۳۷ء میں راجہ غضنفر علی پر سنگین الزامات لگائے حالانکہ قائد اعظم نے بعد ازاں پنجاب کی سیاسی صورتحال کے بارے میں ملک برکت علی اور علامہ اقبال کے خیالات سے اتفاق نہیں کیا۔ اس کا ثبوت علامہ اقبال کے خطوط بنام جناح میں موجود ہے۔ اس کا ذکر جی الانا نے بھی اپنی کتاب میں کیا ہے۔ بعد ازاں عاشق حسین بٹالوی نے بھی راجہ غضنفر علی پر الزام تراشی کی اور حقیقت سے بھی چند قدم آگے نکل گئے۔ انہوں نے لکھا کہ " راجہ صاحب آئندہ تین چار سال تک قائد اعظم کو شکل نہ دکھا سکے " (۲۹)۔ عاشق حسین بٹالوی کا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے اور حالات و واقعات سے یہ ثابت ہے کہ آپ اس واقعہ کے چھ ماہ بعد ہی اکتوبر ۱۹۳۷ء میں وزیراعظم پنجاب کے ساتھ لکھنؤ کے اجلاس مسلم لیگ میں شرکت کرنے گئے۔ اس کے بعد اپریل ۱۹۳۸ء میں آپ بمعہ دیگر یونینسٹ ممبروں کے کلکتہ میں مسلم لیگ کے اجلاس میں تشریف لے گئے (۳۰)۔ اسی طرح کراچی میں مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں بھی آپ موجود تھے (۳۱)۔ بعد ازاں پٹنہ کے اجلاس مسلم لیگ دسمبر ۱۹۳۸ء میں بھی شریک ہوئے تھے (۳۲)۔ اگست ۱۹۳۹ء کے دہلی اجلاس میں بھی راجہ صاحب شامل تھے (۳۳)۔ غرضیکہ اس واقعہ کے بعد راجہ غضنفر علی نے نہ صرف قائد کو اپنی شکل دکھائی بلکہ آپ کو قائد کا مکمل اعتماد حاصل رہا۔ اس کی تصدیق ان کے ہم عصر سیاسی رہنماؤں نے کی ہے مثلاً چوہدری خلیق الزمان ' سردار شوکت حیات۔ بقول خلیق الزمان " اگر اس اہم موڑ پر بنگال اور پنجاب مسلم لیگ کی مدد کو آگے نہ آتے تو مسلم لیگ کانگرس کے سامنے بے بس ہو جاتی " (۳۴)۔

اس ساری صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کی مسلم لیگ سے وفاداری قائد کی نظر میں شک و شبہ سے بالاتر تھی۔ بعد ازاں ۱۹۴۴ء میں جب حالات کا تقاضا ہوا تو راجہ غضنفر علی اور صوفی عبدالمجید نے اپنے یونینسٹ عہدوں سے نہ صرف استعفیٰ دیا بلکہ خضر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ ۱۹۴۴ء سے بعد کا دور پنجاب کی سیاسی تاریخ میں بڑا طوفانی تھا۔ راجہ غضنفر علی اس دور میں مسلم لیگ کی پارلیمانی پارٹی کے سربراہ تھے۔ آپ نے اس دور میں بڑی معرکہ آراء تقاریر کیں۔ جو کہ پنجاب کی پارلیمانی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہیں۔ آپ کسی بھی انگریز گورنر یا گورنر جنرل سے خائف نہ ہوتے تھے۔ آپ ایک نڈر اور بے باک مقرر تھے۔ آپ نے اس عرصہ میں انگریز اور اس کی پٹھو حکومت پنجاب کا ناطقہ بند کر دیا حتیٰ کہ میاں افتخار الدین بھی پنجاب کانگرس کی صدارت سے مستعفی ہو کر ۲۹ ستمبر ۱۹۴۵ء کو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے (۳۵)

۱۹۴۶ء کے عام انتخابات میں بھی راجہ غضنفر علی نے مسلم لیگ کے لئے قابل قدر خدمات سر انجام دیں۔ آپ نے یہ الیکشن اپنے آبائی حلقہ سے لڑا۔ لوگوں نے نہ صرف آپ کو ووٹ دیئے بلکہ نقد رقوم بھی ووٹ کے ساتھ ڈالیں اور مویشی وغیرہ بھی تحفتاً " پیش کئے۔ الیکشن جیتنے کے بعد سارے تحائف پر مشتمل رقم تقریباً پندرہ ہزار روپے آل انڈیا مسلم لیگ کے اکاؤنٹ میں بھیج دی گئی (۳۶)۔

مسلم لیگ کی الیکشن میں اکثریت حاصل کرنے کے باوجود گورنر پنجاب گلینسی نے یونینسٹ پارٹی کو حکومت تشکیل کرنے کی دعوت دی۔ مولانا آزاد بھی مسلم لیگ دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے یونینسٹ حمایت کے لئے لاہور آئے (۳۷)۔ قائد نے خضر آزاد گٹھ جوڑ کی مذمت کی (۳۸)۔ گلینسی خضر گٹھ جوڑ کے خلاف راجہ غضنفر علی نے بہت موثر مہم چلائی اور ۶ مارچ ۱۹۴۶ء کو پنجاب بھر میں ہڑتال کرائی۔ اسی ہڑتال کے دوران محمد مالک شہید ہوئے۔ راجہ غضنفر علی خان نے دیگر مسلم لیگ رہنماؤں کے ساتھ مالک شہید کے جنازے کے عظیم الشان جلوس میں شرکت کی (۳۹)۔

یونینسٹ حکومت کے خلاف پنجاب مسلم لیگ کی ایک سات رکنی مجلس عمل تشکیل دی گئی۔ افتخار ممدوٹ اس کے صدر اور راجہ غضنفر علی اس کے داعی مقرر کئے گئے (۴۰)۔ آپ نے پنجاب اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر اپنی زبردست تقاریر سے کانگرس اور یونینسٹ حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔ آپ کے سیاسی عہد کا یہ دور ایک

سنہری باب ہے ۔ کوئی دن بھی خالی نہ جاتا تھا کہ آپ تقریر نہ کرتے یا اخباروں کو کوئی بیان نہ دیتے ۔ آپ نہ صرف صوبہ پنجاب کے مانے ہوئے لیڈر تھے بلکہ سارے ہندوستان میں آپ کی سیاسی حیثیت مسلمہ تھی ۔ مارچ ۱۹۴۷ء میں خضر حکومت کو مستعفی ہو کر راہ فرار اختیار کرنا پڑی ۔ خضر حکومت کے خلاف سول نافرمانی کی مہم میں آپ نے مرکز میں اپنی مصروفیات کے باوجود اہم کردار ادا کیا ۔ اسی دوران راجہ صاحب نے قائد کے حکم پر میرٹھ اور گڑھ مکیتسر کے فساد زدہ علاقوں کا دورہ کیا اور قائد اعظم کو مسلمانوں پر کیئے گئے مظالم کی تفصیلی رپورٹ پیش کی (۴۱)۔

نومبر ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم نے آپ کو سندھ کی انتخابی مہم کی نگرانی کا کام سونپا ۔ راجہ صاحب مقرروں اور مسلم لیگی کارکنوں کی ایک کھیپ لے کر سندھ صوبائی مسلم لیگ کی مدد کے لئے پہنچ گئے ۔ یہاں پر مسلم لیگ کا مقابلہ جی ۔ ایم ۔ سید سے تھا ۔ راجہ غضنفر علی کی انتھک کوششوں سے مسلم لیگ نے ان انتخابات میں واضح اکثریت حاصل کی (۴۲)۔

عہد وزارت

متحدہ ہندوستان میں جب مسلم لیگ نے ۱۹۴۶ء میں عبوری حکومت میں شمولیت کا فیصلہ کیا تو راجہ غضنفر علی بھی مسلم لیگ کی اس پانچ رکنی ٹیم میں شامل تھے ۔ وزراء کی نامزدگی کا کام قائداعظم نے خود اپنے ہاتھ میں رکھا تھا (۴۳) ۔ آپ کے انتخاب پر وائسرائے ' کانگرس حتی کہ مسلم لیگی حلقوں میں بھی اضطراب پایا جاتا تھا ۔ اس کی تفصیل اس عہد کی دستاویزات سے ثابت ہے ۔ خود راجہ غضنفر علی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اتنی اہم ذمہ داری ان کے کندھوں پر ڈال دی جائے گی ۔ در اصل کانگرسی ہندوؤں کی مسلم کش اور پاکستان دشمن سرگرمیوں کو روکنے کے لئے قائد اعظم کو سردار نشتر اور راجہ غضنفر علی جیسے دلیر اور نڈر رہنماؤں کی ضرورت تھی ۔ راجہ صاحب نے اس قومی ذمہ داری کو بطریق احسن نبھایا ۔ سردار پٹیل ' نہرو اور گاندھی کو دندان شکن جواب دے کر راجہ صاحب نے ان کی نیندیں حرام کر دیں حتی کہ سردار پٹیل نے راجہ غضنفر علی پر قاتلانہ حملہ بھی کروایا (۴۴)۔

راجہ غضنفر علی کے ان بیانات سے نہ صرف کانگرس کے رہنما بلکہ انگریز وائسرائے لارڈ ویول اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن بھی بہت پریشان تھے (۴۵) ۔ آپ نے بارہا لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی توجہ سکھوں اور ہندوؤں کی فساد پر آمادگی کی طرف دلائی ۔ لیکن حکومت برطانیہ کی غفلت کی وجہ سے ۱۹۴۷ء کے خونین فسادات ہوئے اور مسلمان مہاجرین خون کا دریا عبور کر کے پاکستان پہنچے ۔

پاکستان بننے کے بعد آپ کی نگرانی میں چار وزارتیں آئیں ۔ آپ نے دن رات محنت کر کے اپنے فرائض کی بجا آوری کی ۔ وزیر مہاجرین کے طور پر آپ نے لوگوں کے لئے مثال قائم کی اور مہاجر کیمپ سے تین لاوارث بچیاں گود لیں اور اپنی تمام جائیداد ان کے نام منتقل کر دی ۔ آپ کی اپنی صاحبزادی سعیدہ وفات پا گئی تھیں ۔ ان تین بچیوں کی پرورش آپ نے بڑے ناز و نعم اور محبت سے کی اور دو لڑکیوں کی شادی کر دی ۔ تیسری ابھی کمسن تھی ۔

قیام پاکستان کے بعد محلاتی سازشیں شروع ہوئیں ۔ وزارتوں کی بھاگ دوڑ میں اصل معماران وطن پیچھے رہ گئے ۔ بقول شاعر

منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

اوائل ۱۹۴۸ء میں صحت ' خوراک اور زراعت کی وزارتیں راجہ صاحب سے لے کر عبدالستار پیرزادہ کو دے دی گئیں ۔ وزارت بحالی ' مہاجرین حسین شہید سہروردی اور فضل الرحمان کو ناقابل قبول تھی کیونکہ یہ ذرا ٹیڑھا کام تھا اور ابھی راجہ غضنفر علی کی ضرورت تھی ۔ کیونکہ فقیر ایپی کی سرگرمیاں حکومت پاکستان کے لئے خطرہ کا باعث تھیں ۔ راجہ غضنفر علی نے ساری کرم ایجنسی اور قبائلی علاقہ کا دورہ کیا اور فقیر ایپی کا گمراہ کن اثر اس علاقہ سے زائل کیا ۔

جب مئی ۱۹۴۸ء تک مہاجرین کی بحالی کا کام سرانجام دیا جا چکا تو راجہ غضنفر علی کو ایران کی سفارت کا پروانہ دے دیا گیا (۴۶) ۔ اس سازش کا ذکر خورشید کمال عزیز (۴۷) ۔ اور سر پینڈرل مون (۴۸) ۔ نے کیا ہے ۔ زندگی کے ہر حلقہ کے لوگوں نے اس تبدیلی پر اظہار ناراضگی کیا ۔ حتی کہ اخبارات نے بھی اس کی مذمت کی (۴۹) ۔

راجہ غضنفر علی نے اپنے دور سفارت (۱۹۴۸ء ۔ ۱۹۵۷ء) میں ایران ' عراق ' ترکی ' ہندوستان اور اٹلی میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ۔ وہ اپنی رائے کا اظہار ملکی اور غیر ملکی معاملات پر آزادی سے کرتے تھے اور اس بارے میں دفتر خارجہ کی کسی پابندی کی کبھی پروا نہ کرتے ۔ دراصل راجہ صاحب کو دیدہ و دانستہ ملک بدر کیا گیا تھا تاکہ آپ ملکی سیاست میں حصہ نہ لے سکیں ۔ اگر اس اہم دور میں راجہ صاحب ملک میں ہوتے تو شاید ملکی سیاست کا رخ کچھ اور ہی ہوتا ۔ دوران سفارت ایران آپ نے روس سے لیاقت علی خان کو دورہ کی دعوت

دلوائی لیکن لیاقت علی خان نے روس جانے کی بجائے امریکہ کا رخ کیا اور اس طرح سے نوزائیدہ ملک کمیونسٹ ممالک کی حمایت سے محروم ہو گیا اور اسے کئی اہم ملکی مسائل مثلاً کشمیر اور دیگر معاملات میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ۔ جبکہ ہندوستان نے اس محاذ پر پاکستان کو نیچا دکھایا اور مشرق و مغرب دونوں سے دوستی ہموار کر لی ۔

اسی طرح سے سفارت ہند کے دوران راجہ غضنفر علی نے کارہائے نمایاں ادا کئے ۔ کرکٹ ڈپلومیسی بھی راجہ غضنفر علی نے پاک و بھارت تعلقات بہتر کرنے کے لئے ایجاد کی اور پاک بھارت کرکٹ میچ لاہور میں کرایا ۔ آپ سکھوں میں بہت مقبول تھے ۔ مسئلہ کشمیر راجہ غضنفر علی کی کوششوں سے حل ہونے کے قریب تھا ' لیکن پاکستان کے امریکہ کے ساتھ فوجی معاہدوں کی صورت میں معاملہ بگڑ گیا اور آج تک یہ معاملہ حل نہیں ہو سکا ۔

دوبارہ عملی سیاست میں حصہ

آپ نے ۱۹۵۷ء میں عہدہ سفارت سے مستعفی ہو کر ملکی سیاست میں سرگرم حصہ لینے کا فیصلہ کیا اور ری پبلکن حکومت کے خلاف مسلم لیگ کا علم بلند کیا ۔ آپ نے ملکی تاریخ کا سب سے عظیم جلوس جو کہ جہلم سے لے کر گجرات تک لمبا تھا ' سکندر مرزا کی حکومت کے خلاف ۵ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو نکالا (۵۰) ۔ ملکی سیاست کا بدلتا رخ دیکھ کر سکندر مرزا ملک میں مارشل لاء لگانے پر مجبور ہوا ۔ اس کے بعد مارشل لاء دور میں آپ ان چند دیانتدار سیاستدانوں میں سے ایک تھے جو کہ ایوب خان کے ایبڈو کی زد سے بچے رہے ۔ مارشل لاء کے دور میں راجہ غضنفر علی زیادہ تر سماجی مصروفیات میں سرگرم رہے ۔ آپ بہت ہی دور اندیش سیاستدان تھے ۔ اس عہد میں آپ نے کمیونسٹ ممالک مثلاً روس اور چین سے دوستی کی انجمنیں بنائیں ۔ آپ نے روس ' چین اور افغانستان کا بھی دورہ کیا ۔ راجہ غضنفر علی نے ۱۹۶۲ء کے دستور کے تحت انتخابات میں حصہ لیا لیکن علالت کے باعث بھرپور انتخابی مہم نہ چلا سکنے کی وجہ سے اپنے ہم زلف چوہدری الطاف حسین سے ہار گئے ۔ اور پھر زندگی نے انہیں مہلت نہ دی ۔

انتقال

آپ نے ۱۷ اپریل ۱۹۶۳ء کو عین حالت نماز میں جان جان آفرین کے سپرد کی اور پنڈ دادن خان میں اپنے جد امجد دادن خان کے پہلو میں دفن ہوئے ۔

اختتامیہ

آپ کی ہمہ جہت شخصیت کے کئی پہلو تھے ۔ آپ دراز قد ' خوش شکل ' سانولے رنگ کے تھے اور خوبصورت پگڑی باندھتے تھے جو لباس اور موقع کی مناسبت سے مختلف رنگ کی ہوتی تھی ۔ ہر محفل کی جان ہوتے تھے ۔ آپ کو دعوتوں کا اہتمام کرنے کا بے حد شوق تھا ۔

آپ نے بھرپور پارلیمانی زندگی (۱۹۲۴ء ۔ ۱۹۴۷ء) میں متحدہ ہندوستان میں مرکزی ہند کی دستور ساز اسمبلی کونسل آف سٹیٹ اور پنجاب اسمبلی میں معرکہ آراء تقاریر کیں ۔ اس کے علاوہ عہد وزارت بھی (۱۹۲۸ء ۔ ۱۹۳۲ء ' ۱۹۴۶ء ۔ ۱۹۴۸ء) گزارا اور ریاست الور کے وزیر رہے ۔ پھر ۱۹۴۶ء میں عارضی حکومت ہند میں شامل رہے اور پاکستان بننے کے بعد بھی وزیر رہے ۔ آپ کا عہد سفارت بھی ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۷ء تک محیط ہے ۔ آپ نے ملک کی سفارتی تاریخ میں قابل تقلید مثالیں چھوڑی ہیں ۔ شاہ سے لے کر عوام تک میں آپ بڑے مقبول تھے ۔ آپ نے ساری زندگی مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ ' قیام پاکستان اور پاکستان کی سالمیت اور ترقی کے لئے وقف کر رکھی تھی ۔ آپ نے اپنی سماجی زندگی پاکستان پر قربان کر دی اور اپنے لئے کچھ بھی پس انداز نہ کیا ۔ حتیٰ کہ آپ سیاستدانوں کی اس نسل سے تعلق رکھتے تھے جنہوں نے سیاست سے کچھ نہیں کمایا بلکہ پلے سے خرچ کر کے سیاست کی اور بوقت مرگ بنک کے مقروض تھے ۔

حوالہ جات

۱ ۔ روزنامہ مشرق ' لاہور ' سید نور احمد ' ۱۸ ستمبر ' ۱۹۶۳ء

۲ ۔ سید نور احمد ۔ مارشل لاء سے مارشل لاء تک ۔ لاہور ۱۹۷۰ء ' ص ص ۱۶ ۔ ۱۷

۳ ۔ روزنامہ مشرق ۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۶۳ء

۴ ۔ انٹرویو ۔ ملک محمد حسین مقیم پنڈ دادن خان

۵ ۔ روزنامہ مشرق ۔ ۱۹ ستمبر ۱۹۶۳ء

۶ ۔ سید نور احمد حوالہ سابقہ ص ۴۸ ۔ ۴۹

۷ ۔ ایضاً

۸ ۔ ایضاً ص ۵۵ ۔ ۵۶

۹ ۔ ایضاً ۴۸ ۔ ۴۹

10. **M.H. Sayyid,** *M.A.Jinnah: A Political Study*, Lahore, 1962, pp.224-225.

۱۱۔ سید نور احمد حوالہ سابقہ ' ص ص ۸۱ ۔ ۷۹

۱۲۔ روز نامہ انقلاب ۔ ۱۷ جنوری ۱۹۲۸ء

13. **Ch. Khaliquzzaman**, *Pathway to Pakistan,* Lahore, 1961, pp.193-94.

14. **K.K. Aziz**, *The All-India Muslim Conference*,1928-35, Karachi, 1972, pp.17-18.

۱۵۔ روز نامہ انقلاب ' لاھور ' ۱۵ اپریل ۱۹۲۹ء

16.**Ch.Khaliquzzaman**, op.cit.,p.101.

۱۷۔ ابوالاختر خضری ۔ الورنامہ ' دھلی ' ۱۹۳۲ء ' ص ۱۱

18.**G.Allana**, *Our Freedom Fighters 1562-1947*, Karachi, 1976, p.286. نیز دیکھیے

Waheed Ahmad, *Letters of Mian Fazl-i-Hussain,* Lahore 1976, pp.512-514.

19. **Ch.Khaliquzzaman**, op.cit., p.144.

20. **C.P.Philip and Wain Right (eds.)** *The Partition of the Indo - Pakistan Sub-Continent*, Karachi, 1977,p.247.

21. Ibid. see also **Justice Shamim Hussain Kadri,** *Creation of Pakistan*, Lahore, 1983,pp.91-92.

۲۲۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی ' اقبال کے آخری دو سال لاھور ' ۱۹۶۱ء ' ص ۳۴۲

مزید **Ch.Khaliquzzaman**, op.cit., p.145.

۲۳۔ آغا شورش کاشمیری ۔ بوئے گل ' لاھور ۱۹۶۵ء ' ص ۳۸

24. **Ayesha Jalal** , *The Sole Spokesman*, Cambridge, 1985, p.38.

۲۵۔ سید نور احمد حوالہ سابقہ ' ص ۱۸۹۔

26. **Ch. Khaliquzzaman**, op. cit., pp.189-190.

۲۷۔ سید نور احمد حوالہ سابقہ ' ص ۱۹۰ ۔ ۱۸۹

28. **Iftikhar Haider Malik,** *Sikandar Hayat Khan A Political Biography,* Islamabad, 1985, pp.77-139.

۲۹۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی ' اقبال کے آخری دو سال ' لاھور ' ۱۹۶۱ء ' ص ۴۷۱

30. **Iftikhar H. Malik**, op.cit., p.84.

31. **M.H. Sayyid**, op.cit., p.203.

۳۲۔ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی ' ھماری قومی جدوجہد ' لاھور ' ۱۹۶۴ء ' ص ۲۸۴

۳۳۔ ایضا ۔ ص ۱۶۶

34. **Ch. Khaliquzzaman**, op.cit., p.171.

۳۵۔ روز نامہ ڈان ' یکم اکتوبر ۱۹۴۵ء

۳۶۔ سید قربان حسین شاہ مقیم پنڈ دادن خان راجہ صاحب کے دیرینہ رفیق سے انٹرویو

37. **Maulana Abul Kalam Azad**, *India wins Freedom*, Bombay 1959, p.128.

38. *The Eastern Times*, Lahore, March 9, 1946.

۳۹۔ روز نامہ ڈان ۔ ۱۳ مارچ ۱۹۴۶ء

۴۰۔ روز نامہ انقلاب ۔ ۶ ستمبر ۱۹۴۶ء

41. *Quaid-i-Azam Papers National Archives of Pakistan,* File No. 797,pp.11-22.

۴۲۔ سید نور احمد ' حوالہ سابقہ ' ص 280-281

۴۳۔ محمد یامین خان ' نامہ اعمال ' جلد دوم ' لاھور ' ۱۹۷۰ء ص ۱۰۲۲

۴۴۔ غلام حسین ' راجہ صاحب کے ذاتی ملازم سے انٹرویو

45. **Nicholas Mansergh**, *Transfer of Power*, Vols. IX, X, XI, London 1983.

۴۶۔ روز نامہ ڈان ' ۱۷ مئی ۱۹۴۸ء

47. **Penderel Moon,** *Wavell: The Viceroy's Journal,* Karachi, 1974, p.443.

48. **K.K. Aziz**, *Party Politics in Pakistan 1947, 58*, Islamabad, 1976, p.94.

۴۹۔ روز نامہ انقلاب ' ۲۰ مئی ۱۹۴۸ء

۵۰۔ روز نامہ پاکستان ٹائمز ' لاھور ' ۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء